ماہنامہ نئی دہلی

منادی

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ کا



منادیاً ینادی للایمان

بارگاہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

محبوب الٰہیؒ سے ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار

ماہنامہ

منادی

نئی دھلی

مدیر

خواجہ حسن ثانی نظامی

معاون مدیر

خواجہ سید مہدی نظامی

درگاہ شریف اور منادی کے بارے میں خط و کتابت کرنے اور قیمت جمع کرانے کا پتہ:-

خواجہ حسن ثانی نظامی

ڈاکخانہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

سالانہ قیمت	پندرہ روپے ۱۵
غیر ممالک سے	چھ ڈالر
فی پرچہ	ایک روپیہ ۵ پیسے

منادی ۱۹۲۶ء سے جاری ہے یہ اکیاسٹھویں جلد (۱۹۸۶ء) کا چھٹا شمارہ ہے

فہرست

سرخ لکیر

عنوان کے نیچے ایک سرخ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ادا کردہ منادی کی قیمت اس شمارے سے ختم ہو گئی اور دو لکیروں کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ شمارے سے ختم ہو جائے گی جلد منی آرڈر کے ذریعے قیمت بھیج کر ممنون فرمائیے یا وی پی کی اجازت دیجیے۔ وی پی میں آپ کے تین روپے پچیس پیسے زائد خرچ ہوں گے۔

(منیجر)

پرنٹر پبلشر خواجہ حسن ثانی نظامی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳ سے شائع کیا

شروع بنام اللہ قلم کارکل نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

یَا حَیُّ القَیُّومُ

ہوں محوِ حیرت کہ خوش نہ آیا جنھیں کبھی بھی پیام تیرا
چمکتا ہے اُن پہ بھی جہاں میں کرم کا سورج مدام تیرا
حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں جنھیں یہ دنیا پسند بندے
اُنہی کے ٹوٹے ہوئے دلوں میں ہے ربِّ اکبر مقام تیرا
یہ بات پوچھو اُنہی سے جاکر، بلائیں ٹلتی ہیں کیونکر اُن کی
خلوصِ دل سے جو ہر مصیبت کے وقت لیتے ہیں نام تیرا
یہ بہتے دریا، چمکتے تارے، یہ پیارے گلشن، یہ اونچے پربت
ہمارے ہی واسطے ہے یارب! یہ سب کا سب اہتمام تیرا
خدایا! محشر میں بھی تعلق اسی شفیع و کریمؐ سے ہو
کہ زندگی میں ملا ہے جس سے ہدایت افزا کلام تیرا
جو گمرہی کے سیہ اندھیروں میں مدّتوں سے بھٹک رہے ہیں
ہمیں ہے واجب کہ جاکر ان کو سنائیں دلکش پیام تیرا
جُھلستے صحرا میں ہے اکیلا، سفر ہے دشوار، دور منزل
کرم کا مینہ مانگتا ہے یارب! یہ عابدِ تشنہ کام تیرا

خواجہ عابد نظامی

فوائد الفواد

ملفوظات سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہیؒ

از صاحب الفضل حضرت حسن علا سجزیؒ ترجمہ حسین ثانی نظامی

ایک حدیث شریف کی تشریح

بندے (حسن علا سجزیؒ) کے دل میں ایک حدیث تھی۔ مخدوم کی خدمت میں اسے پڑھا کہ

مَنْ اَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَمْ يُكْتَبْ خَطِيْئَتُهٗ

(جو علم اور علماء سے محبت رکھتا ہے اس کی خطائیں لکھی نہیں جاتیں)

پھر عرض کیا کہ (مجھے) اس حدیث شریف سے بڑی امید بندھتی ہے کہ علم اور علماء کی محبت کے سبب میرے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

ارشاد ہوا کہ کھری محبت (پیروی اور) مطابعت چاہتی ہے۔ جب کوئی (ان علماء و علم سے) محبت کرنے والا ہوگا تو پھر ان کی مطابعت بھی کرے گا اور نامناسب باتوں سے دور رہے اور جب وہ ایسا کرے گا تو یقیناً اس کے گناہ بھی نہیں لکھے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ جب تک حق کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے۔ گناہ کا امکان رہتا ہے۔ جب محبت دل کے اطراف (پر چھا جاتی) ہے تو گناہ کا امکان نہیں رہتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ توبہ اور انابت جوانی کے زمانے میں اچھی ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں تائب نہ ہوگا تو اور کرے گا بھی کیا۔ پھر یہ دو بیت زبان مبارک پر آئے۔

چوں پیر شوی و بر سر انجام آئی — آئی سر حرف خویش ناکام آئی
سازی حق را ز تیرہ رائی — معشوقہ خود در بی زنائی

اس کے بعد فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندے سے اس کی جوانی کے بارے میں پوچھے گا۔ یسئال المرء من شبابہ۔ آدمی سے اس کی جوانی کے بارے میں جواب طلبی ہوگی۔

ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ کوئی شخص دہلی سے اجودھن روانہ ہوا تاکہ شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں جاکر توبہ کرے۔ راستے میں ایک آوارہ گانے والی بھی ساتھ ہو گئی۔ اور اس گانے والی نے بہتیرا چاہا کہ اس شخص سے اس کا تعلق ہو جائے۔ مگر چونکہ اس آدمی کی نیت سچی تھی اس زانیہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ راستے کی منزلوں میں سے کسی منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ وہ مرد اور یہ گانے والی ایک ہی گردوں میں سوار ہوئے۔ وہ عورت آکر اس مرد کے پاس بیٹھ گئی۔ اس طرح کے ان کے درمیان کوئی پردہ اور رکاوٹ نہیں رہی۔ اس حال میں شاید کسی قدر اس مرد کا دل بھی اس کی طرف مائل ہوا۔ کوئی بات اس سے کی یا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اسی وقت اس نے کسی کو دیکھا کہ اس نے آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اور کہا کہ فلاں کی خدمت میں توبہ کی نیت سے جا رہے ہو پھر یہ کیا؟ یہ مرد فوراً متنبہ ہو گیا۔ اور اس عورت کی طرف نظر تک نہیں۔ القصہ جب شیخ الاسلام فریدالدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا تو پہلی بات جو شیخ نے اس سے کہی یہ تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس روز تیری خوب حفاظت کی۔

اردو گلستان

شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کا منتخب روزنامچہ

۲۳ محرم ۹ فروری سنہ ۱۹۴۲ء دوشنبہ دہلی

ہاتھ کی چکی کا آٹا میرے مخلص مرید محمد حسین دینی نظامی نے لاہور سے ہاتھ کی چکی کا آٹا میرے لئے موٹر پارسل سے بھیجا ہے۔ میں گھر میں بھی چکیاں لگانی چاہتا ہوں تاکہ خود بھی آٹا پیسوں اور عورتوں اور بچوں سے بھی پسواؤں کیونکہ یہ اچھی ورزش بھی ہے اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی سنت بھی ہے۔ خواجہ بانو نے پوچھا کیا شیعہ فرقے میں بھی کوئی اس فاطمیؓ سنت پر عمل کرتا ہے؟ میں نے جواب دیا مجھے دوسروں کی تحقیقات سے زیادہ اپنے عمل کو درست کرنا ہے

بم باری کا انتظام اپنی بستی کے ہندو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے میں نے انتظامات شروع کیے ہیں۔ ایک پرانے پل کو صاف کرایا ہے۔ جس کے اندر بم باری کے وقت پناہ لی جاسکے۔ اردن اسپتال کے افسروں کو لکھا ہے کہ مرہم پٹی کا سامان مجھے دیں میں اس کے لیے مکان دوں گا تاکہ وقت پر زخمیوں کی جلدی مدد ہوسکے۔ عورتیں ریڈیو میں حالات سن کر بہت پریشان ہیں (یہ پہلی جنگ عظیم کے زمانے کا روزنامچہ ہے جبکہ دہلی پر ہوائی حملے کا خطرہ پیدا ہوگیا تھا ایڈیٹر)

۲۴ محرم ۱۱ فروری چہارشنبہ دہلی

صابریہ خانقاہ دریا گنج فیض بازار دہلی میں صابریہ خانقاہ لب سڑک واقع ہے۔ یہاں ہر سال محرم کے آخر میں عرس ہوا کرتا ہے موجودہ سجادہ نشین کا نام سید کرار حسین ہے۔ وہ میرے ہم عمر ہیں انٹرنس تک تعلیم ہے سفید لمبی داڑھی ہے۔ گورا رنگ ہے۔ بزرگوں کی روش کے پورے پابند ہیں۔ ان کے دادا سید امیر حسین شاہ دہلی کے مشائخ میں سب سے زیادہ دانشمند سمجھے جاتے تھے۔ میں بچپن میں ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ بڑی بے باک اور کھری باتیں ان کی ہوتی تھیں۔

مسجد کے صحن میں مزار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا مزار بھی مسجد کے صحن میں ہے۔ اور صابریہ خانقاہ میں بھی بزرگوں کے مزارات صحن کے قریب ہیں اور مزارات کے پائیں قوالی ہوتی ہے۔ اب کے نماز مغرب سے پہلے ایک درویش کو قوالی میں وجد ہوا اور ایسا غلبہ وجد حال اور کیفیت کا درویش پر ہوا کہ مغرب کی اذان ہوگئی مگر کیفیت قائم رہی۔ مجبوراً قوالی جاری رکھی گئی۔ اور مغرب کی نماز مسجد کے اندر ہوگئی۔ مغرب کی نماز کے بعد درویش کی حالت درست ہوئی تو انھوں نے اور قوالوں نے بھی نماز ادا کی۔ اس پر بعض بے خبر لوگوں نے اعتراض کیا۔ میں نے کہا تم نہیں جانتے۔ اگر کیفیت کے غلبے کے وقت قوالی بند کردی جاتی تو درویش فوراً مر جاتا اور اس کے قلب کی حرکت بند ہوجاتی۔ لہٰذا انسانی جان بچانی مقدم تھی۔ کیونکہ نماز کی قضا ہوسکتی تھی اور جان نکلنے کے بعد واپس نہ آسکتی تھی۔

۲۵ محرم ۱۲ فروری پنجشنبہ دہلی۔

احتیاط منزل آج میں نے اپنے مسافر خانے کے قریب احتیاط منزل کا کام شروع کیا۔ جہاں بم باری کے وقت درگاہ کے مسافر اور رہنے والے

پناہ لے سکیں گے۔ میں اس خندق کی چھت پر ریت کے بورے رکھوادوں گا۔ پانچ بوروں کی تہہ ہوگی۔ کیونکہ بم کا گولہ چار بوروں سے آگے بڑھ کر ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ پانچویں تک نہیں جاتا۔ اس پر میں نے کہا ابوترابی پنجتن بھی اسی طرح اپنے مخلصین کے لئے پناہ گاہ ہیں۔ اور وہاں بھی پانچویں عدد کی یہی شان ہے۔

۲۷ محرم ۱۲؍ فروری شنبہ آگرہ

مجالس یوم حسینؑ آج صبح حسین کے ساتھ آگرہ گیا تھا۔ یوم حسینؑ کی مجالس میں شریک ہونا تھا۔

شانتی سروپ ساڑھے بارہ بجے راجہ کی منڈی اسٹیشن پر اترا۔ پیرزادے شیخ عزیزالدین صاحب اور دوسرے شیعہ سنی حضرات استقبال کے لئے آئے تھے۔ رضاکار بھی قطار بنائے کھڑے تھے۔ ان سب نے پھول پہنائے اور نعرے بھی لگائے۔ سر صاحب جی مہاراج کے چھوٹے فرزند شانتی سروپ صاحب بھی موٹر لے کر آئے تھے۔ ان کے بڑے بھائی پریم سروپ صاحب نے دہلی میں بذریعہ تار دعوت بھیجی تھی کہ دوپہر کا کھانا میرے ہاں کھایئے گا۔ اس لئے شانتی سروپ کے ساتھ دیال باغ میں گیا تھا۔ پریم سروپ صاحب کچھ بیمار ہیں۔ لیکن باپ کی وضعداری کی بموجب انھوں نے مجھ کو مدعو کیا تھا۔ . . .

. . . . . . کوٹھی کی صفائی اور آرائش دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ پیرزادے شیخ عزیزالدین صاحب بھی کھانے میں میرے شریک تھے۔ ہر ایک کے سامنے الگ الگ میزوں پر تھال چنے گئے تھے۔ اور ہر تھال میں دس قسم کے کھانوں کی پیالیاں تھیں۔

پیرزادے شیخ عزیزالدین غلام علی صاحب احسن خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب کے ساتھ میرے گھر پر مجھے دعوت دینے آئے تھے۔ مگر میں نے اپنی علالت اور کمزوری کے سبب آگرہ جانے کا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔ یہ خبر پیرزادے شیخ عزیزالدین صاحب سجادہ نشین درگاہ فتح پور سیکری کو ہوئی اور انھوں نے مجبور کرکے مجھے کھینچ بلایا۔

مجلس کے خیمے چار بجے اس مقام پر گیا جہاں دو روز سے یوم حسینؑ کی مجلسیں ہورہی تھیں نہایت شاندار پنڈال بنایا گیا ہے غلام علی صاحب احسن اس جلسے کے روح رواں ہیں۔ . . . . .

سیماب صاحب مغرب کے بعد مولانا سیماب صاحب کے صاحبزادے کے ساتھ ان کے مکان پر گیا تھا۔ جہاں اور بھی شعراء اور حکماء موجود تھے۔ ان سب کے ساتھ کھانا کھایا تھا سیماب صاحب تیرہ سال سے یوم حسینؑ کی مجلس کیا کرتے ہیں۔ مجھے پہلے بھی کئی بار بلا چکے ہیں مگر اس سال میں نے اس دعوت کو قبول کرلیا اور یہاں آگیا۔ کھانے کے بعد میری صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ اہل سنت کا بہت بڑا مجمع تھا۔ سلام بھی پڑھے گئے۔ اور چار تقریریں بھی ہوئیں۔ دو تقریروں میں کچھ نامناسب خیالات ظاہر کئے گئے۔ ایک صاحب نے کہا یزید کی خلافت کو سب مسلمانوں نے مان لیا تھا۔ اور بڑے بڑے صحابہؓ نے بھی بیعت کرلی تھی۔ صرف چار آدمیوں نے بیعت سے انکار کیا تھا۔ جن میں ایک امام حسینؑ بھی تھے۔ گویا مقرر نے نعوذباللہ حضرت امام حسینؑ کو باغی ثابت کرنے کی کوشش کی تھی دوسرے صاحب نے بھی اسی کے قریب مضمون کی تقریر کی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی تقریر ختم کرکے کسی اور کو صدر بنا کر جلدی واپس چلا آؤں۔ مگر یہ تقریریں سننے کے بعد ضروری معلوم ہوا کہ چاہے ساری رات گذر جائے۔ میں ان تقریروں پر تبصرہ کئے بغیر یہاں سے نہ جاؤں۔ چنانچہ رات کے بارہ بجے میں نے ان تقریروں پر تبصرہ کرکے حاضرین کو سمجھایا آگرہ کے مفتی صاحب کی تقریر اچھی تھی۔ مگر انھوں نے بھی ایک حدیث بیان کی تھی جس میں امیر معاویہ یا بنی امیہ کی حکومت شام کا ذکر تھا۔ میں نے جناب مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ حدیث کہاں ہے۔ انھوں نے فرمایا مشکوٰۃ میں ہے۔ میں نے کہا مشکوٰۃ صحاح ستہ کا انتخاب

ہے۔ مشکوٰۃ نے کس کتاب سے یہ حدیث نقل کی ہے مفتی صاحب نے فرمایا مجھے اس وقت یاد نہیں ہے۔ بہر حال حاضرین اچھی طرح سمجھ گئے اور میرے تبصرے نے ان غلط فہمیوں کو دور کر دیا۔ جو تقریروں سے پیدا ہوئی تھیں۔

رات کو ایک بجے کے بعد قیام گاہ پر واپس آیا۔۔۔ مذکورہ تقریروں کی وجہ سے میرے ذہن اور دماغ پر برا اثر ہوا! اور مجھے رات کے تین بجے تک نیند نہیں آئی۔ صدمہ اس بات کا ہے کہ مسلمان تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اب تک فرقہ بندی کے جھگڑوں میں مبتلا ہیں۔

دہلی ریڈیو کے خلاف آج جلسہ شروع ہونے سے پہلے دہلی ریڈیو کے خلاف ایک ریزولیشن جلسے کے سکریٹری صاحب نے پیش کیا اور سات ہزار مسلمان حاضرین نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ اس کو پاس کیا۔ ایک ہندو صاحب خود اسٹیج پر آکر تائید میں بولے۔ میں نے بار بار دریافت کیا کہ کسی کو اس تجویز سے اختلاف ہو تو آزادی سے ظاہر کرے مگر کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

یہ ریزولیشن غم حسینؑ کی توہین کے خلاف تھا جو دہلی ریڈیو نے ایام محرم میں غم حسینؑ کی تھی۔

جمع ہو کر محبوب الٰہی کی صحبت سے فیض یاب ہوتے اور خسرو کی غزلیں محفل سماع کو روحانیت کی موسیقی سے لبریز کر دیتیں۔

یہی وہ جگہ تھی جہاں محبوب الٰہی روزے رکھتے تھے مگر افطار کے وقت بھی برائے نام کھاتے تھے کوئی سبب دریافت کرتا تو فرماتے تھے کہ ہزاروں آدمی بھوکے ہیں گلیاں اور مسجدیں ان سے بھری ہوئی ہیں، جب ان کا خیال آتا ہے تو لقمہ گلے سے اترنا مشکل ہو جاتا ہے وہ ہندو مسلمان میں کوئی فرق نہ کرتے سب کے غم میں شریک رہتے۔

اس خانقاہ کی دیوار سے آپ نے ہندوؤں کو بڑی عقیدت سے جمنا میں نہاتے ہوئے اور عبادت کرتے ہوئے دیکھا تو یہ مصرع فرمایا۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
جس کا دوسرا مصرعہ حضرت امیر خسرو نے یوں لگایا۔
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

حضرت خواجہ حسن نظامیؒ میموریل سوسائٹی کی طرف سے منعقد ہونے والے سمینار ۱۹۸۵ء میں یہ مضمون پڑھا گیا۔

بقیہ صفحہ ۸ "حضرت امیر خسروؒ کی دہلی"

اس شہر کی بلند جائے وقوع اور محلات کی سر بہ فلک محرابی دربار میں ہندوستانی صنعت گری اور اسلامی طرز تعمیر کی نئی شکل، قابل داد ہے۔

ضیاء الدین برنی کے خیال میں یہ ساری ترقی اور آسائش دہلی کو حضرت نظام الدین اولیاء کے قدم کی برکات کی وجہ سے تھی جن کی خانقاہ کی بدلی ہوئی شکل آج بھی ہمایوں کے مقبرہ سے متصل جمنا ندی کے خشک کنارے پر واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں ہر شب امیر خسرو، امیر حسنؒ اور دہلی اور بیرون دہلی سے لوگ

حضرت امیر خسروؒ کی دہلی

(از ڈاکٹر وقار الحسن صدیقی ماہر آثار قدیمہ نئی دہلی)

شہاب الدین العمری نے اپنی کتاب مسالک الابصار میں شہر دہلی کو انتہائی وسیع و عریض بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ دہلی نام کے اکیس شہر ہیں جن کے الگ الگ نام ہوتے ہوئے بھی مجموعی طور پر دہلی کہلاتے ہیں بادشاہ کے محلات باغات سے گھرے ہوئے ہیں مکانات کئی منزلہ ہیں جن میں پتھر اور اینٹوں سے بنایا گیا ہے اور ان پر دلکش استرکاری کی گئی ہے۔ بادشاہ کے محلات کے علاوہ عام لوگوں کے صحن میں پتھر یا اینٹوں کے فرش ہیں۔ لیکن شاہی محلات کے فرش سنگ مرمر کے ہیں۔ آب رسانی کا بہت معقول انتظام ہے۔ جو شاہی تالابوں سے پہنچایا جاتا ہے۔ دریا کنارے کے محلات اور عام لوگوں کے مکانات کے لئے نہریں نکالی گئی ہیں۔ بہت سارے لوگ اپنے گھروں میں زمین دوز حوض میں برسات کا پانی جمع کر کے سال بھر پینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

چودھویں صدی کی اس کتاب میں دہلی کی فلک بوس عمارتوں اور شہر کی خوبصورتی کے ذکر کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ شہر کے ارد گرد صوفی خانقاہوں کی کثرت ہے۔ اور بڑی خانقاہوں کی تعداد دو ہزار اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں مسجدیں اور مدرسے ہیں۔

ہر طبقے کے لئے الگ الگ جگہ ہے۔ فوج کے لئے علیحدہ، وزرا کے لئے الگ منصرموں، ججوں کے لئے الگ اور علماء کے لئے جدا اسی طرح شیوخ اور تاجروں کے لئے الگ۔ پیشہ ور اور اہل حرفہ کے لئے الگ الگ مخصوص بستیاں تھیں۔

ہر مقام پر مسجد و حمام اور بازار موجود تھے۔ اور کسی کو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مگر دہلی میں ایسا نہیں تھا۔ وہاں بازار اور انتظامیہ کی عمارتیں مشترک تھیں اور صرف نو مسلم منگول کو ہی علیحدہ ٹھکانہ دیا گیا تھا۔

ضیاء الدین برنی علاء الدین خلجی کے عہد کی دہلی کو رشک بغداد و غیرت مصر و ہمسر قسطنطنیہ و موازی بیت المقدس تحریر کرتے ہیں۔ اور امیر خسروؒ اپنی مشہور تاریخی مثنوی قران السعدین میں سلطان معز الدین کیقباد کے عہد کی دہلی کا جو خاکہ پیش کرتے ہیں وہ انتہائی دلچسپ ہے۔ امیر خسرو نے دہلی کے تین نئے شہر آباد ہوتے ہوئے دیکھے۔ جن کے نام آج بھی باقی ہیں اور ان کے کھنڈرات جنوبی نئی دہلی میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ کیلو گھری (شہر نو) سیری اور تغلق آباد خسرو کے عہد میں دار الملک دہلی کا حدود اربعہ بہت وسیع تھا اور اس کی کئی منزلہ خوبصورت عمارتیں اور اس میں رہنے والے خسروؒ کے اشعار میں آج بھی زندہ ہیں۔ خسرو کو دہلی سے جو دلی لگاؤ تھا اس کا اندازہ قران السعدین کے ان اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت دہلی کنف دین و داد
جنت عدن است کہ آباد باد
گر شنود قصۂ ایں بوستاں
مکہ شود طائف ہندوستاں
قبۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبۂ ہفت آسماں

بقول خسروؒ دہلی وہ شہر ہے جس کے ایک ایک پتھر کے نیچے ایک موتی چھپا ہے اور ہر ایک گز زمین کھودنے

سے خیالات کا فوارہ پھوٹ پڑتا ہے۔ خوشحالی اور عیش پسندی کا یہ حال ہے کہ جگہ جگہ رقص و سرود کی محفلیں جمی رہتی ہیں اور عمارتوں کے بام و در میں حوروں کے جلوے نظر آتے ہیں۔ شہر کی جامع مسجد کو فیض الٰہی کی جامع بتاتے ہیں قطب مینار کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس مینار کو دیکھ کر چاند نے اپنی ٹوپی اتار پھینکی ہے اس زمانے کے حوض شمسی کو جس کی مرمت علاء الدین خلجی نے کرادی تھی اور ایک خوبصورت عمارت اس کے درمیان ہی کھڑی کردی تھی جس کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں فرماتے ہیں کہ اس کا پانی حضرت خضر پی لیتے تو اپنے چشمے کو بھول جاتے پانی اس قدر شفاف ہے کہ چاندنی رات میں بھی اس میں پڑے ہوئے کنکر اور ذرات دکھائی دیتے ہیں۔ دہلی کی آب و ہوا کی تعریف یوں کی ہے کہ خوشگوار نسیم کی وجہ سے اس کے چمن میں پھولوں کی بہار پورے سال رہتی ہے۔ اس کی سرزمین پھولوں کی وجہ سے سونے چاندی سے بھری معلوم ہوتی ہے۔ یہاں جنت کی ہریالی ہے۔ دہلی کے لوگوں کو فرشتہ سیرت بتاتے ہیں۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہاں کے لوگ صنعت و حرفت، علم و ادب، ساز و آہنگ اور سرود و نغمہ میں بے مثل ہیں۔ دہلی کے محبوبوں کا ذکر یوں کرتے ہیں: یہ بتان سادہ پگڑی باندھتے ہیں اور سر پر ٹوپی رکھتے ہیں اور اپنے ناز و انداز کی وجہ سے کسی کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ جہاں گلگشت کرتے ہیں۔ وہاں کے گلی کوچے چلتے پھرتے پھولوں سے معطر ہو جاتے ہیں۔

ان محبوبوں کا تعلق کس طبقے سے تھا اور ان کے پجاری کون تھے وہ اس شعر سے واضح ہو جاتا ہے:

خورشید پرست شد مسلماں
زیں ہندوگان شوخ و سادہ

دہلی میں ہندو مسلمان کس میل جول سے رہتے تھے اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

بروں شد دوئی از سر ترک و ہندو
کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

ہندوؤں کے علم و ہنر اور فلسفہ دانی کی خاطر خواہ تعریف کرتے ہیں اور ان کے جذبۂ پرستش کو قابلِ رشک سمجھتے ہیں:۔

اے کہ زبت طعنہ بہ ہندو بری
ہم ز وے آموز پرستش گری

خسروؔ کے عہد کی مشہور تاریخی عمارتوں میں۔ مندرجہ ذیل بہت اہم ہیں۔ جن کا طرز تعمیر ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کی بلندیوں کو واضح کرتا ہے قبۃ الاسلام جامع مسجد کی توسیع، علائی دروازہ جو اس عظیم جامع مسجد کا جنوبی شاندار دروازہ ہے۔ یہی وہ پہلی اسلامی عمارت ہے جس میں صحیح تکنیکی محرابیں اور گنبد کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی دیواری تزئین اور رنگینی بے مثال ہے جامع مسجد کے مغرب میں علاء الدین خلجی کا مقبرہ اور مدرسہ اپنی ناتمام شکل میں آج بھی موجود ہے۔

قطب مینار سے دگنی بلندی والا علائی مینار اپنی ایک منزل تک پہنچ کر ادھورا رہ گیا تھا وہ بھی مینار کی تعمیر کی تکنیک واضح کرنے کے لئے ایک اچھی مثال ہے حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مقبرہ کے سامنے انتہائی دلکش اور متوازن جماعت خانہ مسجد سنگ سرخ کی سلوں سے سجی ہوئی ہے اس کا سہ طبقہ مقصورہ محراب کی قندیل اور سنگین کتبے اپنے عہد کے تابناک نمونے ہیں۔

کشک سیری کے کھنڈرات اور مسجد کا گنبد اور جگہ جگہ ٹوٹی پھوٹی شہر کی دیواریں اس شہر کی یاد تازہ کرتی ہیں جن کا مفصل بیان ضیاء الدین برنی امیر خسروؔ ابن بطوطہ اور عمری نے بار بار کیا ہے۔

اس کے علاوہ بلند و وسیع تغلق آباد اور عادل آباد کے شہر اور محلات کے کھنڈر، غیاث الدین تغلق کا پر شکوہ قلعہ نما مقبرہ اور پل جو مصنوعی جھیل سے محل کو جوڑتا تھا

باقی صفحہ ۴۲ پر